© rasailojaraid.com

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مولانا اشرف علی تھانوی سے نقل کیا ہے: حضرت مولانا محمد قاسمؒ سے کسی نے کہا کہ میرٹھ کے مولانا عبدالسمیع صاحب بیدل بکثرت میلاد پڑھتے اور پڑھواتے ہیں، آپ کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا کہ بھائی، ان کو حب رسول کا بڑا درجہ حاصل ہے۔ دعا کرو مجھے بھی حاصل ہو جائے۔ (ملفوظ حکیم الامت، ۱۲ رمضان ۱۳۴۵ھ)

یہ سوال چونکہ دوسرے ایک عالم کی شخصیت اور اپنی ذات کے تقابل کا تھا، اس لیے اس وقت کسی مسئلہ کی تحقیق کی جاتی تو وہ اپنے نفس کی طرف سے مدافعت اور دوسرے عالم کی شخصیت پر جرح ہوتی۔ اس سے اجتناب فرمایا اور تواضع کا پہلو اختیار کیا۔ اگر صرف مسئلہ پوچھا جاتا کہ مروجہ قسم کی محفل میلاد کا کیا حکم ہے تو وہی فرماتے جو ان کی تحریرات اور فتاویٰ میں مذکور ہے۔'' (مجالس حکیم الامت، تحریر و ترتیب از مفتی محمد شفیع صاحب، ص ۱۲۴)

مولانا تھانوی کے حوالے سے ہی مفتی محمد شفیع صاحب نے مزید درج ذیل تین واقعات بھی نقل کیے ہیں:

ایک مشہور پیر صاحب بازاری عورتوں کو بھی مرید کر لیتے تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی مجلس میں کچھ لوگ ان کو برا کہنے لگے تو حضرتؒ نے بہت خفا ہو کر فرمایا کہ تم نے ان کا عیب تو دیکھ لیا، یہ نہیں دیکھا کہ وہ راتوں کو اللہ کے سامنے عبادت گذاری اور گریہ وزاری کرتے ہیں۔ لوگوں کو خاموش کر دیا اور اشارہ اس بات کی طرف کیا کہ کسی شخص کے اچھے عمل کو اچھا اور برے عمل کو برا کہہ دینا تو دینی حق ہے، لیکن کسی شخص کو برا یا بھلا اس کے مجموعہ اعمال کی بنا پر کہا جا سکتا ہے جس کا عموماً لوگوں کو علم نہیں ہوتا، اس لیے کسی شخص کی ذات کو برا کہنے میں بہت احتیاط چاہیے۔

حضرت مولانا نانوتویؒ کے خاص بے تکلف مرید امیر شاہ خان نے ایک مرتبہ فضل رسول صاحب جو اس زمانے کے اہل بدعت میں سے تھے، ان کا نام بگاڑ کر فضل رسول کے بجائے فصل رسول حرف صاد کے ساتھ کہا۔ حضرتؒ نے ناراض ہو کر سختی سے منع فرمایا کہ وہ جیسے بھی کچھ ہوں، تم تو آیت قرآنی ولا تنابزوا بالالقاب کے خلاف کر کے گناہگار ہو ہی گئے۔

ایک معروف و مشہور اہل بدعت عالم جو اکابر دیوبند کی تکفیر کرتے تھے اور ان کے خلاف بہت سے رسائل میں نہایت سخت الفاظ استعمال کرتے تھے، ان کا ذکر آ گیا تو فرمایا: میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھے ان کے متعلق معذب ہونے کا گمان نہیں، کیونکہ ان کی نیت ان سب چیزوں سے ممکن ہے کہ تعظیم رسول ہی کی ہو۔ (مجالس حکیم الامت، تحریر و ترتیب از مفتی محمد شفیع صاحب ص ۱۲۴، ۱۲۵)

غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی رواداری کا رویہ:

یہاں یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ مولانا نانوتوی صرف مسلمانوں کے مابین ہی امور اتفاقیہ پر زور نہ دیتے تھے بلکہ آپ غیر مسلموں کے ساتھ بھی رواداری اور بقائے باہمی کے قائل تھے اور اس کے لیے کوشاں تھے۔ انہوں نے ہندوؤں کے ساتھ مناظروں میں قصداً کوئی ایسا جملہ نہیں کہا جس سے ہندو عوام کی دل شکنی ہو۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے سوانح قاسمی ج ۲ میں ان مناظروں کی تفصیلی روداد بیان کی ہے اور یہی تاثر ظاہر کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو سوانح قاسمی ج ۲)

مولانا کے عہد کا ہی یہ واقعہ بھی تاریخ کا حصہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند جیسی خالص اسلامی درسگاہ میں ہندو لڑکے بھی پڑھتے تھے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

''۱۲۹۴ھ کی روداد میں اطلاع بھی دی گئی ہے کہ ''یہاں تک کہ بعض بعض ہندو لڑکے بھی پڑھتے ہیں۔'' روداد ۱۲۹۴، ''ہندو لڑکے پڑھتے تھے۔'' ظاہر ہے کہ مطلب اس کا یہی ہو سکتا ہے، اور یہی ہے بھی کہ خاص سہولتوں کی وجہ سے دیوبند کے مقامی ہندو باشندے بھی کبھی کبھی فارسی اور حساب وغیرہ کے پڑھنے اور سیکھنے کے لیے، معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بچوں کو مدرسہ کی ان ابتدائی کلاسوں میں شریک کر دیتے تھے جن میں ان مضامین کی تعلیم ہوتی تھی۔ اس سے کچھ اور ثابت ہوتا ہو یا نہ ثابت ہوتا ہو، لیکن تعلقات کی شگفتگی کا اس سے زیادہ واضح ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔'' (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۳۳)

سالانہ روداد میں بھی یہ اعلان کیا گیا کہ ''چندہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں اور نہ خصوصیت مذہب وملت'' اور غیر مسلموں سے چندہ قبول بھی کیا گیا۔ خصوصاً منشی نول کشور کا مدرسہ کی سالانہ رودادوں میں لکھا گیا ہے کہ انہوں نے درسی کتب مدرسہ کو عطیہ کی ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۳۳)

منشی نول کشور کی طرف سے مختلف سالوں میں متعدد کتب مدرسہ کو ہدیتاً وصول ہوئی اور اس کے ساتھ ان کا روزنامہ ''اودھ اخبار'' بھی دارالعلوم میں ہدیۃً آتا تھا۔ اسی طرح راوامر سنگھ کا اخبار ''سفیر بوڈھانہ'' بھی مدرسہ میں ہدیۃً آتا تھا۔ مدرسہ کی روداد میں ان کا نام لے کر شکریہ ادا کیا گیا اور یوں دعا دی گئی ہے: ''اور سب صاحبوں کے حق میں اور ان کے اخبارات کے حق میں دعا خیر کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ان کے اخبارات اور کارخانجات کو دم بدم ترقی عطا فرمائے۔'' (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۱۶)

مولانا نانوتوی کے عہد میں دارالعلوم کو بعض غیر مسلم بھی چندہ دیتے تھے۔ دارالعلوم کی رودادوں میں ان کے نام مذکور ہیں جن میں منشی تلسی رام، رام سہائے، منشی ہردواری لال، لالہ بیجناتھ، پنڈت سری رام، منشی موتی لال، رام لال، سیوا رام سوار کے نام مولانا گیلانیؒ نے ذکر کیے ہیں اور ان کو دوامی چندہ دینے والوں میں شمار کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۱۷)

تبلیغ دین میں مولانا نانوتویؒ کا اسوہ حسنہ

مولانا نانوتویؒ دین کے داعی اور مبلغ تھے۔ عامۃ المسلمین کو دین متین پر قائم رکھنے اور دیگر لوگوں کو دین اسلام کے سمجھانے کے لیے آپ نے مثالی اسوہ چھوڑا ہے۔ اس سلسلہ میں مسلمانوں کے گمراہ فرقوں اور لوگوں کو دین کی دعوت دینے اور دین خالص کو ان تک پہنچانے کے لیے مولانا کا اسوہ اہل علم کے لیے مشعل راہ ہے۔ مسلمانوں میں شیعہ سنی کے درمیان لڑائی اور اختلاف ابتدائے عہد سے چلا آ رہا ہے، اس اختلاف نے مسلمانوں کو مختلف مواقع پر سخت نقصان بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہنچایا ہے۔ مولانا نانوتوی پر بھی اس اختلاف کا خاص اثر تھا۔ اسی سے متاثر ہو کر آپ نے شیعہ سے اختلافی مسائل پر کئی رسائل اور خطوط رقم فرمائے، مگر اس کے باوجود آپ نے نہ تو شیعہ سے مقاطعہ کیا اور نہ ہی تبلیغ کے مواقع پر عام مولویوں کے رکھ رکھاؤ اور تکلفات کو کبھی باقی رکھا۔ اس حوالے سے مولانا گیلانی نے سوانح قاسمی میں ایک واقعہ نقل کیا ہے:

’’پور قاضی ہی کے شیعوں کے متعلق مولانا طاہر صاحب نے اپنے والد ماجد حافظ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ سیدنا الامام الکبیر جس زمانہ میں پور قاضی پہنچے تھے تو اتفاقاً یہ محرم کا مہینہ تھا۔ حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر پور قاضی کے شیعوں کو ہوئی تو ایک وفد ان کے سر برآوردوں کا خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور یہ خواہش کی کہ ماتم کی مجلس میں شریک ہو کر پور قاضی کے شیعوں کو ممنون فرمایا جائے۔ خلاف توقع بجائے انکار کے حضرت نے فرمایا کہ میری ایک شرط بھی منظور کی جائے تو میں اس مجلس میں شریک ہو سکتا ہوں۔ جو شرط پیش کی گئی، اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیعوں کے ساتھ حضرت والا کے قلبی تعلق کا کیا حال تھا، شرط یہ تھی کہ اسی مجلس میں ’’جو کچھ عرض کروں، اسے سن لیں۔‘‘

وفد نے اس شرط کو تو منظور کر لیا، مگر اسی کے ساتھ ان کی طرف سے مزید مطالبہ پیش ہوا کہ آپ کے وعظ سے ’’پہلے مجلس ہو گی، اس میں حلوا بھی تقسیم ہوتا ہے، وہ بھی آپ کو قبول کرنا پڑے گا۔‘‘ آپ نے اس اضافہ کو بھی مان لیا اور حسب وعدہ ماتم کی مجلس میں حاضر بھی ہوئے، حلوا جو دیا گیا، اسے بھی لے لیا، جب شیعوں کی پیش کردہ شرائط پوری ہو گئیں، تب ماتم کی اسی مجلس میں حضرت والا نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور وصیت ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی (میں تم میں دو بھاری چیزوں کو چھوڑتا ہوں، اللہ کی کتاب اور اپنی اولاد) پر ایک مفصل و مبسوط تقریر فرمائی۔ سننے والے خلاصہ یہ بیان کرتے تھے کہ ہدایت کے لیے حضرت والا نے فرمایا، علم و عمل دو ہی چیزوں کی ضرورت ہے۔ علم کے لیے تو اللہ کی کتاب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت پاک میں نسلی مناسبت کی وجہ سے عمل کی صلاحیت نسبتاً زیادہ ہونی چاہیے۔

الغرض ماتم کی اس مجلس میں اسی اجمال کی تفصیل کچھ ایسے رنگ میں کی گئی، کہ بجائے ماتم کے وہ تبلیغ کی مجلس بن گئی، روایت کے آخر میں مولانا طاہر صاحب نے اپنے والد ماجد کا حوالہ دیتے ہوئے یہ اطلاع دی ہے کہ اس وعظ کے بعد بہت سے لوگوں نے توبہ کی۔ بظاہر اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ شیعی عقائد سے تائب ہو کر لوگ سنی بن گئے۔‘‘ (سوانح قاسمی ج۲ ص ۶۶، ۶۷)

یہ واقعہ جب لوگوں میں پھیلا تو سطحی قسم کے لوگوں نے مولانا کے اس عمل پر اعتراض کیا، تو مولانا گیلانی ہی کے الفاظ میں ان کے جواب میں فرمایا: ’’اگر میں نے حلوا لیا اور قبول کر لیا تو ان کی مجلس میں کلمہ حق بھی تو پہنچا دیا۔‘‘ (سوانح قاسمی ج۲ ص ۶۸)

واقعہ کو مکمل تفصیل اور تجزیے کے ساتھ نقل کرنے کے بعد مولانا گیلانیؒ رقم طراز ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''روایت جس طریقہ سے ہم تک پہنچی ہے، اعتماد کی کافی ضمانت اپنے اندر رکھتی ہے اور گو یہ ایک جزئی واقعہ ہے، لیکن تبلیغی فرائض سے صحیح معنوں میں سبک دوشی کی اثر آفریں اور نتیجہ خیز راہ یہی ہو سکتی ہے، مگر شرط اول اس راہ میں یہی ہے کہ جبہ و دستار کے خود تراشیدہ احترامی وساوس سے دل و دماغ کو پاک کر کے فرض کے حقیقی احساس کو اپنے اندر زندہ اور بیدار کیا جائے۔'' (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۶۹)

مولانا نانوتوی کے اس طرز عمل کے نتائج کس حد تک موثر ثابت ہوئے۔؟ مولانا کے پوتے قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند سوانح قاسمی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''لیکن جہاں ان گنگ میکروں نے شیعیت کو اپنے اثر واقتدار سے رواج دیا، وہاں حضرت والا کی تاثیری قوت خود ان گنگ میکروں پر بھی اپنا کام کر گئی۔ ان سادات بارہہ میں سے خانجہاں پور، رتھیڑی، اور منصور پور کے خاندان حضرت ہی کے ہاتھ پر تائب ہوئے، اور سنی بنے اور اس قدر گرویدہ اور محبّ بن گئے کہ ان کی دیوبند کی آمد و رفت مثل اہل بیت کی آمد و رفت کے ہو گئی ہے۔ احقر کے یہاں جب پہلی لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام فاطمہ ہے (سلمہا) تو سید نور الحسن صاحب رئیس رتھیڑی اس کے لیے کپڑوں کے جوڑے اور بچگانہ زیور اسی انداز سے بنوا کر لائے، جیسے اپنے خاندان میں کسی قریبی عزیز کے یہاں ولادت ہونے پر یہ چیزیں لائی جاتی ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مالٹا جاتے وقت اپنے قبیلہ اور عائلہ کو ہدایت فرما کر گئے تھے کہ مشکلات کے وقت مولوی سید محمد نبیہ صاحب رئیس خان جہان پور کی طرف رجوع کریں۔ یہ خاندان بحمد اللہ پکے سنی اور ریاستوں کے باوجود نہایت متدین اور متشرع ہیں۔'' (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۷۲)

مولانا نانوتویؒ کی زندگی کا آخری حصہ ہندووں اور عیسائیوں سے مناظروں میں گزرا، اس ضمن میں آپ کے بعض مناظرے اور اسفار بڑے معرکۃ الآراء ہیں جن کی روداد یں مستقل کتابوں کی شکل میں چھپ چکی ہیں۔ ان میں سے اکثر مباحثوں کا انتظام حکومتی مشنری کی طرف سے ہوا جن کے مقاصد میں اہم ترین ہندوستان کی آبادی کو آپس میں دست و گریبان کرانا تھا۔ مگر اس میں مسلمانوں کی طرف سے مولانا محمد قاسم نانوتوی کی شرکت نے ان کو اس مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ مولانا گیلانی نے سوانح قاسمی میں اس موضوع پر مستقل بحث کی ہے اور رودادوں سے بطور خاص اس پر استشہاد کیا ہے کہ مولانا نانوتوی نے ان مناظروں میں ہندووں کے ساتھ روئے سخن میں خاص طرز عمل کو اختیار فرمایا جس سے ہندو ان کے قریب ہو گئے۔ ان مناظروں میں مولانا نانوتوی نے تبلیغ کے لیے عمدہ نمونہ پیش کیا۔ مولانا گیلانی نے اس نمونہ کی متعدد مثالیں نقل کی ہیں۔ ایک موقع پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور مجھ سے اگر پوچھتے ہیں، تو چاندا پور میں جو کچھ سیدنا الامام الکبیر نے کہا اور کیا، اگر ایک طرف دین حق کی تبلیغی ذمہ داریوں میں اس سے جاگ پیدا ہوتی ہے تو دوسری طرف اگر ہم فکر معقول سے کام لیتے ہوئے آپ کے طریقہ سے چاہیں تو یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ بغیر کسی تلخی اور ناگواری کے غیر قوموں کے درمیان بود و باش اختیار کر کے تبلیغ حق کے اس فرض سے سبکدوشی حاصل کرنے کا حکیمانہ طریقہ کیا ہو سکتا ہے، آپ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکیمانہ طریقہ کار کی تفصیل واقعات وشواہد کی روشنی میں پیش ہو چکی ہے۔ اس کو بار بار پڑھیے اور جو نتیجے اس سے حاصل ہو سکتے ہیں، ان کو حاصل کیجیے۔ حق تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی بادشاہی کے زمانے میں ''ہندو می زند شمشیر اسلام'' کا تماشا اگر دیکھا گیا تھا تو شاید یہ اتنا تعجب انگیز نہ تھا، لیکن خدا شناسی کے اسی میلہ میں جب مسلمانوں کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گرامی میں کالے پادری مولیٰ داد کی طرف سے گندگی اچھالی جا رہی تھی اور سیدنا الامام الکبیر اسی کے مقابلہ میں مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ اعلان کر رہے تھے: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین بھی ہمارے نزدیک مثل توہین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم موجب کفر وارتداد ہے۔'' (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۴۶۶)

الغرض مولانا گیلانی نے سوانح قاسمی میں اس کے متعدد نمونے پیش کیے ہیں کہ کس طرح مولانا نانوتوی نے ان مناظروں میں لب ولہجہ اختیار کیا کہ ہندو بجائے دور ہونے کے قریب ہی آئے۔

مبلغین ومناظرین کو ''سوانح قاسمی'' کے اس حصہ کو بطور خاص مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے جس میں ان کے مناظروں ومباحثوں پر بحث کی گئی ہے۔ مولانا گیلانی نے ڈیڑھ سو سے زائد صفحات پر اس بحث کو نقل کیا ہے اور اس میں موجودہ دور میں تبلیغ کے لیے عمدہ رہنمائی پیش کی ہے۔ الحاصل مسلمانوں کو عموماً اور دیوبندی نسبت رکھنے والے احباب کو خصوصاً امام محمد قاسم نانوتوی کی حیات مبارکہ کو توجہ سے پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے رویوں کی اسلاف کے کردار کی روشنی میں اصلاح کرنی چاہیے۔

© rasailojaraid.com